خاص شاگردوں سے ہیں۔ مرحوم کی خود ساختہ امامت و امارت کے ابتدائی ممبر بلکہ سرگرم مبلغ و مناظر بھی رہے ہیں (رسالہ کے حاشیہ ص۲۶ پر بھی اس طرف اشارہ ہے) بعد میں معلوم نہیں کن اسباب کے تحت اپنے استاد کو نہ صرف کہ ترک ہی کر دیا، بلکہ مرحوم کی تردید میں تحریریں بھی شائع کرنی شروع کر دیں۔ چنانچہ یہ رسالہ بھی دراصل اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جیسا کہ اس کے آخری حصے خصوصاً ص۱۰۴ کے حاشیہ سے مترشح ہوتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ترک و اختلاف نے شرعی مسئلہ کی صورت اختیار کر لی جس سے مؤلف کو ایک ایسا رسالہ لکھنے کی طرف توجہ ہو گئی جس میں بقول مؤلف۔

"بالعموم انبیائے کرام اور بالخصوص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرائع معاش و ترکات و وراثت و نیز جو علمائے امت طے کردہ شاہراہ یا بے تنخواہ عطایا لے کر تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کرتے ہوں ان کے ترکۂ وراثت پر تفصیل و دلائل بحث و تمحیص کی گئی ہے۔"

لیکن مؤلف کا یہ بیان مندرجاتِ رسالہ کا پورا ترجمان نہیں۔ رسالہ میں بعض قابل قدر معلومات کے علاوہ جو عجیب و غریب نوادر ہیں ــــ مثلاً حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سو اونٹ کی قربانی کی توجیہ میں لاطائل تطویل (ص۱۵ ـــ ص۵۳) وغیرہ ـــ ان سب سے بڑا اعجوبہ وہ حصہ ہے جس میں سارے اہل سنت مفسرین، محدثین اور فقہاء کے خلاف اس مسئلہ کے ثبوت دینے پر ذہانت صرف فرمائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موروث تھے درآنحالیکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ امام ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ (ص۱۶۱ جلد ۳) میں فرماتے ہیں اهل السنة يقولون من خصائصه انه لا يورث اھ نیز لکھا ہے۔ كون النبي صلى الله عليه وسلم لا يورث ثبت بالسنة المقطوع بها و باجماع الصحابة وكل منهما دليل قطعي اھ (ایضاً ص۱۶۴ جلد ۳) افسوس مؤلف نے ایک مبہم عبارت کی بنا پر اس اجماع و اتفاق کو "فرضی" قرار دیا ہے (ص۴۲) متواتر حدیث لا نورث۔ ما ترکنا صدقة کو ایسے معنی پہنائے ہیں (ص۴۹) جو حدیث پیش کرتے ہوئے نہ صرف حضرت صدیق اکبرؓ کے ذہن میں تھے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء کو حدیث مذکور کے سامنے سر تسلیم خم کرتے وقت سوجھے۔ . . . .

اور یہ معنی تقریباً وہی ہیں (زوائد کو چھوڑ کر) جو ایک شیعہ مناظر نے "صدقۃ" کو حال قرار دیتے ہوئے

ایک سنی عالم کے سامنے پیش کئے تھے۔ جس کا سنی عالم نے نہایت عمدہ اور مسکت جواب دے دیا تھا (باجی شرح مؤطا صفحہ ۳۱۷ جلد ۵)

لطف یہ کہ مؤلف، یہ مناظرہ نقل کرکے خود لکھتے ہیں۔

"اس محدث نے جو اس رافضی کو جواب دیا ہے انصاف پسندوں کے نزدیک بہت ہی عمدہ اور معقول جواب ہے۔" (ص ۶۵)

حالانکہ مؤلف کے معنی کا حاصل بھی وہی ہے جو اس شیعی مناظر کا ہے جس کا اعتراف مؤلف کو خود بھی ہے۔

"شیعہ سنی نزاع میرے پیشِ نظر نہیں۔ ہاں انصاف پسند ذی علم میرے طرزِ بیان سے اگر خود سمجھ لیں کہ نزاع کی اصل حقیقت کیا تھی جسے بعد میں کیا کچھ بنا دیا گیا تو یہ اللہ پاک کا بہت بڑا فضل ہے۔" (ص ۱۰۳)

حدیث مذکور کے معنی بگاڑنے کے لئے مؤلف رسالہ کو بڑے بڑے تکلفات کرنے پڑے مگر حافظ ابن حجرؒ کی نفیس علمی تقریر کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جو شیعی مناظر مذکور کے رد میں انہوں نے فرمائی ہے (فتح الباری ص ۱۴ جلد ۳) لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ تحریف معنوی کی بنیاد "علم" سے زیادہ "ذہانت" پر جو ٹھہری۔ چنانچہ جملہ معترضہ کے طور پر اپنے "علم" کے نقص اور "ذہانت" کی تیزی کیلئے اس کتاب کا ایک حصہ بھی وقف کر دیا گیا ہے۔ (ص ۶۵ — ۷۴)۔

شاید اس ذہانت کا تقاضا ہو کہ ثابت شدہ طرق ان النبی لانورث میں تشکیک پیدا کرنے کے خواہ مخواہ درپے ہو گئے (ص ۱۶) تلاش سے اکتا گئے تھے تو مسند امام احمد میں مسند ابوہریرہؓ کے بجائے مسند ابوبکر صدیقؓ دیکھ لی ہوتی۔ جس میں حافظ ابن حجر کے حوالہ کے علاوہ معمولی اختلاف الفاظ کے ساتھ موصولاً بھی یہ حدیث وارد ہے۔

بنائے فاسد علی الفاسد۔ مؤلف نے دعوے کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ و دیگر صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "ذاتی مال میں وراثت کے قائل تھے قومی میں نہیں"۔[1] (ص ۹۷)

"ذہانت" کا ایک کرشمہ یہ دیکھئے کہ فتح الباری (ص ۲۹۳ جلد ۶) کی ایک عبارت کا آخری ٹکڑا چھوڑ دیا (ص ۱) حافظ ابن حجرؒ کو "سادگی" کا خطاب (ص ۱۶) مگر اپنی "فرزانگی" کا یہ حال کہ محدث مصنفین کی اس

[1] منکر حدیث رسالہ ثقافت لاہور میں ایک سیدزادہ نے بھی اس حدیث کو قومی مال پر محمول کیا ہے جیسا کہ مؤلف کا منشا ہے۔